اعضاء Donate کرنے کے بارے میں فتوی

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین وہ مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنے اعضاء مثلاً دل جگر، گردوں اور آنکھوں وغیرہ کو Donate کرنا یا بیچنا جائز ہے؟ عبدالستار ایدھی نے اپنی آنکھیں کو Donate کیا تو کچھ لوگ اسے جائز کہتے ہیں اور کچھ ناجائز۔ مہربانی فرما کر صحیح رائے سے اگاہ کیا جائے۔

سائل: عابد یوکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھاب اللھم ھدایۃَ الحَق والصواب

مسلمان کو اپنے جسم کے اعضاء کو وقف Donate کرنا یا بیچنا ناجائز ہے اور نہ کسی مسلمان کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے عزیز یا کسی اور انسان کے لیے بعدِ وفات اپنے اعضاء کی وصیت کرے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو اس کی یہ وصیت باطل ہے اور اس پر عمل کرنا ناجائز ہے۔

کیونکہ اللہ عزوجل نے بنی نوع انسان کو مکرم بنایا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی عزوجل خود ارشاد فرماتا ہے۔

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا" اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دیا اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔ [بنی اسرائیل: ۷۰]

آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ حضرت انسان ایک صاحب تکریم اور اشرف المخلوقات ہے۔ تفسیر کبیر اور روح المعانی وغیرہ میں اس کے مکرم اور اشرف ہونے کی کئی وجوہات کو بیان کیا گیا ہے۔

اس کے اعضاء کو ہبہ کرنا، Donate کرنا یا بیچنا اس کی تکریم کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ حال تو جانوروں کا ہے کہ ان کو اور ان کے اعضاء کو ہبہ کیا جاتا اور بیچا جاتا ہے۔ اور اگر انسان کے کسی جز کو استعمال کر کے یا بیچ کر انتفاع کیا جائے تو یہ اس کی کھلی اہانت اور منصوص تکریم کے خلاف ہے۔

جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے کہ

"وَلِأَنَّ الْآدَمِيَّ بِجَمِيعِ أَجْزَائِهِ مُكَرَّمٌ وَالِانْتِفَاعُ بِالْجُزْءِ الْمُنْفَصِلِ مِنْهُ إهَانَةٌ لَهُ" **کیونکہ آدمی تمام اعضاء کے ساتھ مکرم ہے اس کے جزِ منفصل سے انتفاع اس کی اہانت ہے** [بدائع الصنائع کتاب الاستحسان ج۵ ص۱۳۳]

اور اس کے اعضاء سے انتفاع کا ناجائز ہونا اس کی کرامت و شرافت کی وجہ سے ہے۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ

"الِانْتِفَاعُ بِأَجْزَاءِ الْآدَمِيِّ لَمْ يَجُزْ قِيلَ لِلنَّجَاسَةِ وَقِيلَ لِلْكَرَامَةِ هُوَ الصَّحِيحُ كَذَا فِي جَوَاهِرِ الْأَخْلَاطِيِّ"

انسان کے اجزاء سے انتفاع کا ناجائز ہونا کہا گیا ہے کہ نجاست کی وجہ سے ہے لیکن انتفاع ناجائز ہونا اس کی کرامت [Respect] کی وجہ سے اور یہی صحیح ہے۔

[الفتاوی الهنديه الْبَابُ الثَّامِنَ عَشَرَ فِي التَّدَاوِي وَالْمُعَالَجَاتِ وَفِيهِ الْعَزْلُ وَإِسْقَاطُ الْوَلَدِ ج ۵ص364]

انسان ایسا مکرم ہے کہ اس کے دل، جگر، آنکھوں سے فائدہ اٹھانا تو دور کی بات اس کے صرف بالوں کو بیچ کر یا استعمال کرکے انتفاع بھی ناجائز ہے۔ جیسا کہ **بحر الرائق میں ہے۔**

[وَشَعْرِ الْإِنْسَانِ وَالِانْتِفَاعِ بِهِ] أَيْ لَمْ يَجُزْ بَيْعُهُ وَالِانْتِفَاعُ بِهِ لِأَنَّ الْآدَمِيَّ مُكَرَّمٌ غَيْرُ مُبْتَذَلٍ فَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ مِنْ أَجْزَائِهِ مُهَانًا مُبْتَذَلًا" **انسان کے بال کو بیچنا اور اس سے انتفاع ناجائز ہے کہ آدمی مکرم ہے اس کی تذلیل [Degradation] نہیں کی جائے گی لہذا اس کے اجزاء میں سے کسی جز کی بھی اہانت نہیں کی جائے گی**

[بحرالرائق باب بيع الفاسدج4 ص۱۳۳]

حالت اکراہ میں بھی اعضاء انسانی کو کاٹنا جائز نہیں:

حالت اکراہ میں کئی ناجائز چیزیں جائز ہوجاتی ہیں مگر انسان اس قدر مکرم ہے کہ اس کے عضو کا کسی دوسرے انسان کے لیے کاٹنا حالت اکراہ میں بھی جائز نہیں۔ اگرچہ وہ اپنے اعضاء کے کٹوانے پر اجازت بھی دے۔ جیسا کہ بدائع الصنائع میں پوری ایک نوع کو لکھا جس کا عنوان وہ چیزیں جو حالت اکراہ میں بھی جائز نہیں۔ النَّوْعُ الَّذِي لَا يُبَاحُ وَلَا يُرَخَّصُ بِالْإِكْرَاهِ أَصْلًا فَهُوَ قَتْلُ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ سَوَاءٌ كَانَ الْإِكْرَاهُ نَاقِصًا أَوْ تَامًّا لِأَنَّ قَتْلَ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ لَا يَحْتَمِلُ الْإِبَاحَةَ بِحَالٍ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى { وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إلَّا بِالْحَقِّ } ، وَكَذَا قَطْعُ عُضْوٍ مِنْ أَعْضَائِهِ ، وَالضَّرْبُ الْمُهْلِكُ....وَلَوْ أَذِنَ لَهُ الْمُكْرَهُ عَلَيْهِ أَوْ قَطَعَهُ أَوْ ضَرَبَهُ ، فَقَالَ لِلْمُكْرَهِ : افْعَلْ لَا يُبَاحُ لَهُ أَنْ يَفْعَلَ ؛ لِأَنَّ هَذَا مِمَّا لَا يُبَاحُ بِالْإِبَاحَةِ وَلَوْ فَعَلَ فَهُوَ آثِمٌ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ فَعَلَ بِنَفْسِهِ أَثِمَ فَبِغَيْرِهِ أَوْلَى- **پتا چلا کہ مسلمان کو قتل کرنا اور اس کے کسی عضو کو کاٹنا کسی حال میں جائز نہیں اگرچہ کٹوانے والا اس کی اجازت دے۔ اگر حالت اکراہ میں اس نے کاٹ دیا تو گناہگار ہوگا۔** [بدائع الصنائع كتاب الاكراه جز 7 ص362]

ایسا ہی فتاوی ہندیہ میں ہے کہ وَلَوْ أُكْرِهَ عَلَى قَطْعِ يَدِ رَجُلٍ فَقَالَ ذَلِكَ الرَّجُلُ قَدْ أَذِنْتُ لَكَ فِي الْقَطْعِ فَاقْطَعْ ، وَالْآذِنُ غَيْرُ مُكْرَهٍ لَمْ يَسَعْهُ أَنْ يَقْطَعَ ، وَإِنْ قَطَعَ فَهُوَ آثِمٌ. [الفتاوی الھندیہ کتاب الاکراہ الْبَابُ الثَّانِي فِيمَا يَحِلُّ لِلْمُكْرَهِ أَنْ يَفْعَلَ وَمَا لَا يَحِلُّ ج۵ ص41]

حالت اضطرار میں بھی کسی زندہ انسان کا عضو کھانے کی اجازت نہیں:

کسی مسلمان کو حالت اضطرار میں بھی کسی زندہ انسان کا کوئی عضو کاٹ کر کھانے کی اجازت نہیں۔اگرچہ اس کی جان چلی جائے۔حالانکہ حالت اضطرار میں حرام کھانا بھی جائز ہو جاتا ہے۔جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے کہ "الضرر لا يزال بالضرر لا يأكل المضطر طعام مضطر آخر ولا شيئا من بدنه" ضرر کو ضرر سے دور نہیں کیا جاتا۔لہذا اگر دو شخص بھوک سے مر رہے ہوں اور ان کے پاس کچھ کھانے کے لیے نہ ہو تو ایک کو دوسرے کا گوشت یا اس کے بدن سے کسی چیز کھانے کی اجازت نہیں۔[الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثالثہ من النوع الاول ج ۱ ص ۲۵۵]
اب ان لوگوں کا اعتراض بھی دور ہو گیا جو کہتے ہیں کہ کسی جان بچانے کے لیے کسی انسان کے اعضاء لگانے کا یہ عمل درست ہونا چاہیے۔کیونکہ یہ کتب فقہ میں یہ واضح لکھا ہے کہ اگرچہ ایک انسان کی جان کو شدید خطرہ ہو پھر بھی اس کے لیے کسی دوسرے انسان کے اعضاء میں قطع و برید ناجائز ہے۔

دوسرا یہ کہ مسلمان کا اپنے اعضاء میں قطع و برید کرکے اسے بیچنا، ہبہ کرنا، Donate کرنا یا آنکھیں نکال دینا وغیرہ اللہ عزوجل کی بنائی ہوئی خلق میں تبدیلی کرنا ہے یعنی تغییر خلق اللہ ہے جو کہ ناجائز و حرام اور شیطان کی فرمانبرداری ہے۔شیطان جب بارگاہ الہی سے دھتکار دیا گیا تو اس نے اللہ سبحانہ وتعالی سے عرض کی، قرآن پاک میں ہے۔

''وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ'' [شیطان کہتا ہے کہ] ضرور [تیری مخلوق کو] کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔[النساء:۱۱۹]

اور تفسیر کبیر میں ہے کہ روي عن أنس وشهر بن حوشب وعكرمة وأبي صالح أن معنى تغيير خلق الله هاهنا هو الاخصاء وقطع الآذان وفقء العيون- یہاں پر تغییر خلق سے مراد انسان کا اپنے آپ کو خصی کرنا اور اپنے کان کاٹنا اور آنکھیں نکالنا وغیرہ ہے۔[تفسیر کبیر ج 5ص384]

اور حدیث پاک میں ایسی عورتوں پر لعنت کی گئ ہے جو حسن کو بڑھانے کے لیے اللہ عزوجل کی خلق میں تبدیلی کرتی ہیں۔

عَنْ عن عبداللہ بن مسعود قَالَ: "لَعَنَ اللہُ الْوَاشِمَاتِ، وَالْمُوتَشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللہِ" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گودوانے والیوں اور گودنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے چہرے کے بال نوچنے والیوں اور حسن کے لیے آگے کے دانتوں میں رگڑنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے کہ یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں. [أخرجه البخاري في: 65 كتاب التفسير: 59 سورة الحشر: 4 باب وما آتاكم الرسول فخذوه۔ حدیث نمبر 4886]

تیسرا یہ کہ انسان اپنے کسی عضو کا مالک نہیں ہے۔ اس کے تمام اعضاء کا مالک اللہ سبحانہ وتعالی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو اپنے اعضاء میں کسی قسم کا ایسا تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے جو دوسرے کے لیے ہو۔ بدائع الصنائع اور ہندیہ کے حوالے سے ہم نے یہ وضاحت کردی ہے کہ اگر ایک انسان اپنے اعضاء کاٹنے کی اجازت بھی دے پھر بھی دوسرے کو اس کے اعضاء کاٹنا ناجائز وحرام ہے اور اس کا اجازت دینا بھی ناجائز۔ کیونکہ یہ ان اعضاء کا مالک نہیں ہے تو یہ کیونکر اجازت دے سکتا ہے؟

کیا یہ طریقہ علاج ضرورت ہے؟

اب اگر یہ کہا جائے کہ ضرورت کی وجہ سے اس طریقہ علاج کو جائز ہونا چاہیے جیسا کہ فتاوی یورپ میں کہا گیا اور قاعدہ بھی ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات۔

تو فقیر یہ کہتا ہے کہ اس طریقہ علاج کو ایسی ضرورت جو ممنوعات کو جائز کرنے میں موثر ہے قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ آئے ہم ضرورت اور اس کی تاثیر کی شرائط مختصرا پیش کرتے ہیں۔

ضرورت کی تعریف: اگر کسی فعل کا کرنا اس قدر ضروری ہو کہ اگر نہ کیا جائے تو ان پانچ یعنی دین وعقل ونسب ونفس ومال میں سے کوئی ایک چیز ضائع ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو۔

جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے کہ پانچ چیزیں ہیں جن کے حفظ کو اقامت شرائع الٰہیہ ہے دین وعقل ونسب ونفس ومال عبث محض کے سوا تمام افعال انھیں میں دورہ کرتے ہیں اب اگر فعل (کہ ترک بمعنی کف کو کہ وہی مقدور وزیر تکلیف ہے نہ کہ بمعنی عدم کما فی الغمز وغیرہ بھی شامل) ان میں کسی کا موقوف علیہ ہے کہ بے اس کے یہ فوت یا قریب فوت ہو تو یہ مرتبہ ضرورت ہے جیسے دین کے لئے تعلم ایمانیات وفرائض عین، عقل ونسب کے لئے ترک خمروزنا، نفس کے لئے اکل وشرب بقدر قیام بنیہ، مال کے لئے کسب ودفع غصب امثال ذٰلک۔ [فتاوی رضویہ ج۲۱ ص۲۰۵]

یہ تو کتب فقہ سے واضح ہے کہ بس وہ ضرورت احکام میں تخفیف پیدا کرے گی جو ضرورت لازمہ یعنی لازمی طور پر پیش آتی ہو یا وہ ضرورت جس کا پیش آنا غالب ہو۔

اگر یہ طریقہ علاج لازمی طور پر پیش آنے والا بھی ہو کہ بغیر اس کے چارہ نہ ہو۔تو بھی ضرورت کی تاثیر کے لیے چند شرائط پایا جانا بہت ضروری ہے جو اس میں نہیں پائی جاتیں۔اگر وہ نہ پائی جائیں تو ضرورت کا تحقق کچھ بھی موثر نہ ہوگا۔ان میں دو یہ ہیں۔

[1] ضرورت کا تحقق فی الحال ہو.آیندہ ضرورت پیش آنے کا اندیشہ ضرورت نہیں اور اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔جیسا کہ اعضاء کو Donate اس لیے کیا جاتا ہے کہ آیندہ ضرورت پیش آسکتی ہے۔ایسے اندیشے کا کچھ اعتبار نہیں نہ یہ ضرورت ضرورت ہے۔

[2] یہ یقین یا ظن غالب ہو کہ اس ممنوع کام کو اپنانے پر دین یا جان یا عقل یا مال یا نسب بچ جائے گا۔جبکہ اس طریقہ علاج یعنی ایک انسان کے اعضاء دوسرے کو لگانے میں یقین تو دور کی بات ظن غالب بھی نہیں۔بلکہ خالی ظن میں بھی شک ہونے لگا ہے کیونکہ جدید ڈاکٹرز اور محققین نے اس طریقہ علاج کو ناکام قرار دیا ہے کہ اس سے اکثر مریض کی جان چلی جانے کا شدید خطرہ رہتا ہے کیونکہ ایک جسم دوسرے جسم کے اعضاء کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔اس کے لیے ڈاکٹرز ایسے مریض کو روزانہ 20 سے 30 گولیاں کھانے کو دیتے ہیں۔اور Transplant عضو زیادہ سے زیادہ 6 سے 8 سال کام کر سکتا ہے۔اس سے پہلے بھی کام کرنا چھوڑ سکتا ہے۔جب ایسا ہے تو اس طریقہ علاج کو ضرورت کیسے کہا جا سکتا ہے؟

جب کہ اس طریقہ علاج کے مقابل ایک طریقہ علاج بھی آچکا ہے جس میں ایسے شرعی قباحتیں موجود نہیں ہیں۔وہ یہ ہے کہ مریض کے جسم کے cells سے کلوننگ کے ذریعے اس کے اعضاء دل، جگر وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔جو ضرورت کے وقت استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

دوسرے انسان کے اعضاء نکال کر استعمال کرنے والا طریقہ علاج ناجائز ہونے کے ساتھ ایک گزارہ ہے۔یہ مرض کے لیے مکمل شفاء نہیں ہے۔یہ بات تو خود اس کے موجدین نے مان لی ہے۔اور یہ شفا ہو بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ حدیث میں آیا کہ "**إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ**" اللہ تعالٰی نے تمہارے لیے حرام چیزوں میں شفاء نہیں رکھی ہے۔[الصحیح البخاری باب شراب الحلواء والعسل]

اور یہ بھی یاد رہے کہ مردہ مسلمان کے اعضاء کاٹنے اور استعمال کرنے کی بھی اسلام اجازت نہیں دیتا ہے۔ کیونکہ جس سے زندہ کو ایذا ہوتی ہے اس سے مردہ کو بھی ایذا ہوتی ہے جس نے کسی مردہ کے اعضاء کو کاٹا گویا کہ اس نے زندہ مسلمان کے اعضاء کو قطع کیا۔جیسا کہ حدیث میں ہے کہ

عَن عائشه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ، كَكَسْرِهِ حَيًّا" ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردے کی ہڈی توڑنا زندے کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔ [سنن ابو داود باب في الحفار يجد العظم هل يتنكب ذلك المكان حديث نمبر 3207 سنن ابن ماجه كتاب الجنائز (1616)، وقد أخرجه: مسند احمد (100/6، ١٠٥، ٢٠٠ صحیح]

احناف کے اس جزئے پر قیاس بھی باطل ہوگا کہ اگر بچہ زندہ مردہ ماں کے پیٹ میں ہو تو احناف اس صورت میں بچے کو بچانے کے لیے مردہ کے پیٹ کو کاٹنے کا فتوی دیتے ہیں۔ کیونکہ یہاں ایک طرف منفعت یقینی ہے کیونکہ ایسا کرنے سے بچہ کی جان کا بچنا یقینی یا مظنون بہ ظن غالب ہے۔ جب کہ ایک شخص کے اعضاء دوسرے کو لگانے سے بھی دوسرے کا بچنا یقینی نہیں کیونکہ سارے کا سارہ علم طب ظنی ہے اور مزید یہ کہ اس میں کوئی عضو کاٹ کر اس سے استمتاع یا انتفاع نہیں پایا جارہا۔ بلکہ صرف بچہ کو نکالا جارہاہے۔ جبکہ یہاں ایک انسان کے عضو کاٹنے کا مقصد ہی صرف انتفاع ہے۔ لہٰذا اس کو اس پر کیونکر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

چوتھا یہ کہ انسانی اعضاء کو بیچنے کو جائز کہنا کئی مفاسد کے دروازے کو کھولنا ہے۔ غریب لوگ اپنے اعضاء کو بیچ کر اپنے پیٹ پالنے کے لیے تیار ہو جائے گے۔ اور لوگوں کو اغوا کرکے ان کے اعضاء نکال کر بیچنے کا سلسلہ شروع ہو جائے گا جسے روکنا مشکل ہو جائے گا۔

جب اتنی وجوہ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مسلمان کا اپنے اعضاء کو عطیہ Donate کرنا یا بیچنا ناجائز ہے تو اس کی وصیت کرنا بھی ایک ناجائز کام کی وصیت ہوئی۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے اعضاء کو کرنے یا آنکھیں وغیرہ دینے کی وصیت کرجائے تو اس یہ خلاف شریعت وصیت باطل ہے اس پر ہرگز عمل نہ ہوگا۔

ہدایہ میں ہے کہ **"وَالْوَصِيَّةُ بِالْمَعْصِيَةِ بَاطِلَةٌ لِمَا فِي تَنْفِيذِهَا مِنْ تَقْرِيرِ الْمَعْصِيَةِ" گناہ کی وصیت کرنا باطل ہے کہ اس کے نفاذ سے گناہ کو باقی رکھنا لازم آتا ہے۔**

[الهدایه ج4 ص689]

واللہ تعالی اعلم ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ ابوالحسن محمد قاسم ضیاء قادری

Question: What do the ‘ulamā` of the noble Sharī’ah say concerning the donation or selling of one’s body parts such as the heart, liver, kidneys, eyes and other limbs, is this permitted? Abdul Sattār Eīdhī donated his eyes and some people say this is permissible and some say it is impermissible. Please kindly mention the correct view.

Answer:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

It is impermissible for a Muslim to donate or sell his organs nor is it in the right of a Muslim that he make a legacy concerning his organs for a loved one or any person after his death. If he did such a thing then this legacy will be invalid and it will impermissible to enact it.

This is because Allāh (Most Transcendent is He), has given honour to the species of human beings as Allāh (Most Transcendent is He) mentions:

“And no doubt, We honoured the children of Adam and carried them on the land and sea and provided them with clean things and preferred them over many of Our creations.”

[Surah Banū Isrā’il Verse 70]

It is established from the noble ayah that humankind is honoured and the most noble of creation. Many reasons for this dignity and nobility are mentioned in Tafsīr Kabīr and Rūh al-Ma’āni and other works.

To donate or sell the organs of a human being is in opposition to his honouring. This is because this is the state of animals that they and their body parts are gifted and sold. If any part of the body of a human being was used or sold to gain a benefit then this is open degradation and opposition to the Qur’anically stipulated honouring [of the human being].

As is mentioned in Bada’i al-Sana’i:

“Because the human being with all of his body parts is honoured and taking benefit from a body part separated from him is belittlement of him.”

[Bada’i al-Sana’i Volume 5 page 133]

The impermissibility of benefiting from his body parts is due to the reason of his honour and dignity.

As is mentioned in al-Fatawa al-Hindiyyah:

“Benefiting from the body parts of a human being is impermissible. It is said because of impurity, and it is said because of his respect and this [i.e. respect] is correct. Like this it is mentioned in Jawāhir al-Akhlāti.”

[Al-Fatāwā al-Hindiyyah Volume 5 page 364]

A human being is respected such that, let alone benefiting from his heart, liver and eyes, selling or using just his hair for benefit is also impermissible as is mentioned in al-Bahr al-Rā’iq:

“[The hair of a human and benefiting from it] i.e. It is not permissible to sell it and benefit from it because humankind is respected and cannot be subjected to degradation thus it is not permissible that even any part of a human be subject to degradation.

[al-Bahr al-Rā’iq Volume 4 page 133]

It is impermissible to sever a human limb even in the state of ikrāh (compulsion):

Many impermissible matters become permissible in a state of compulsion but the human being is respected to such a degree that the severing of the limb of another human being is impermissible for a person even under the state of compulsion, even if that person gives him permission to do so. Just as it is mentioned in Badā’i al-Sanā’i that a whole category of things is mentioned with the title, “that type [of thing] which is not permitted even in the state of compulsion” [Badā’i al-Sanā’i Volume 7 page 362]

It becomes clear from this that killing a Muslim or cutting any of his limbs in any situation is not permissible even if the one whose limbs are being severed gives the other permission to do so. If a person in a state of being compelled severs another's limbs then he is a sinner.

Similarly in al-Fatāwā al-Hindiyyah it is said:

"If he is compelled to cut the hand of a man and that man says 'I have permitted you to cut, so cut' and the one giving permission is himself not being compelled then it is not permissible for the person to cut his hand and if he did so he would be sinful."

[Al-Fatāwā al-Hindiyyah Volume 5 page 41]

There is no permissibility in eating the limb of a person even in a state of idtirār (extreme necessity)

Even in the state of extreme necessity there is no permission for a person to cut off and eat the limb of a living human being. Even if he were to lose his own life. Even though in the state of extreme necessity eating something harām becomes permissible. As is mentioned in al-Ashbāh wa al-Nazhā'ir: "A harm is not repelled with another harm, a person in a state of necessity does not eat the food of another person who is also in a state of necessity nor anything from his body parts."

[al-Ashbāh wa al-Nazhā'ir volume 1 page 255]

Now the objection of those people, who say that to save the life of another person by the action of transplanting a bodily limb from another human being should become permissible, has been answered. Because it is mentioned clearly in the books of fiqh (jurisprudence) that even if there is intense danger to the life of one human being it is impermissible for him to cut and sever the limbs of another human being.

The second matter is that for a Muslim to cut or sever his own limbs and sell or donate them or take out his eyes and donate them and such like is to alter

that which Allāh created i.e. it is changing the creation of Allāh which is impermissible and harām and obedience to shaytān.

When shaytān was rejected from the court of Allāh he said to Allāh:

"And I will certainly bid them that they would alter the creation of Allah."

[Surah Al-Nisā' Verse 119]

It is mentioned in al-Tafsīr al-Kabīr:

"It is related from Anas, Shahr ibn Howshab, 'Ikrimah and Abū Sālih that the meaning of changing the creation of Allāh here is castration, the cutting of the ears and removal of the eyes."

[al-Tafsīr al-Kabīr Volume 5 page 384]

Also those women have been cursed in hadīth who in trying to beautify themselves bring alteration to the creation of Allāh.

On the authority of Sayyiduna 'Abdullah bin Mas'ūd that he said "Allāh has cursed the females who tattoo others and those who have themselves tattooed, the females who pluck their facial hair and those who create gaps in their teeth for beautification, the ones who alter the creation of Allāh."

[Sahīh al-Bukhārī hadith 4486]

The third matter is that a human being is not the owner of his limbs. Allāh (Most Transcendent is He) is the Owner of all the body parts of a human being. For this reason a person does not have a choice in dealing with his limbs in a way which is for another human being. We have made clear through the references of al-Fatāwā al-Hindiyyah and Badā'i al-Sanā'i that if a person gives another permission to cut his limbs such a cutting is impermissible and harām on that person and the giving of permission to do so is also impermissible. This is because he is not the owner of these body parts so how can he give permission?

Is this method of treatment a darūrah (extreme necessity)?

Now if it is said that due to extreme necessity this method of treatment should be allowed just as has been mentioned in ‘Fatāwā Europe’, where the principle is mentioned that “Extreme necessities permit prohibited matters”

Then this poor slave of Allāh says that to consider this method of treatment as being such an extreme necessity that has effect in making prohibited matters permissible is not correct.

In brief let us mention darūrah (extreme necessity) and the conditions of its effecting [rulings]:

The Definition of Darūrah (extreme necessity): If the doing of an action is necessary to the extent that if it were not done then the loss of any one of the following five matters is a certainty or according to preponderant opinion: Dīn, Intellect, lineage, self or wealth.

As is mentioned in al-Fatāwah al-Ridwiyyah: that five things are those whose protection is from the establishment of the Divine Law; Dīn, Intellect, Lineage, Self and Wealth. Apart from absolute frivolity all actions revolve around these. If an action (also included in this is the leaving of an action in the meaning of abandoning it because it is this [active abandonment] which one is able to do and one is tasked with and not non-action as is mentioned in al-Ghamz and other works) is relied upon for one of these in such a way that without that action this [purpose] would be lost or close to being lost then this is the level of darūrah. Like acquisition of knowledge of beliefs and individual obligations is for the Dīn, like abandonment of alcohol and fornication is for [preservation of] Intellect, like eating and drinking to the extent of maintaining the body is for the Self and like earning and prevention from usurping and other matters is for Wealth.

[al-Fatāwah al-Ridwiyyah Volume 21 Page 205]

This is clear from the books of Fiqh that only that necessity brings about lightening of the rules which is a binding necessity i.e. it definitely presents itself or whose occurrence is preponderant.

Even if this method of treatment definitely presents itself such that there is no option available except through taking it, even then for it to have the effect of darūrah (extreme necessity) the existence of a number of conditions is most necessary which are not found in this.

If those conditions are not present then the establishment of necessity won't have any effect [on rulings]. From these conditions are these two:

[1] The actualisation of darūrah (extreme necessity) should be immediate, the possibility of necessity presenting itself in the future is not necessity and no consideration will be given to it. Just as the donation of parts is done because a need could arise in the future. Such a possibility is of no consideration nor is this necessity a darūrah [one which effects change in rulings].

[2] There should be certainty or preponderant opinion that by doing this prohibited action Dīn, life, intellect, wealth or lineage will be preserved. Whereas in this method of treatment transplanting one individual's organs into another individual's body, let alone certainty, there isn't even preponderant opinion. In fact even in unbiased minds doubt has started to occur because new doctors and researchers have considered this method of treatment as unsuccessful because with most patients severe threat of loss of life remains with them because the body begins to reject organs from another body. Thus such a patient is given 20 to 30 pills to take daily by doctors. Also the transplanted organ at the most functions for up to 6 to 8 years at the most. It may fail even before this. When this is the reality then how can this method of treatment be called a darūrah?

Whereas an alternative to this method of treatment is now emerging in which such abominations in the eyes of the Sharī'ah are not present. This is the preparation of the body parts, heart, liver and other than them through cloning of the cells of the patient himself which could be used at the time of necessity.

Alongside the impermissibility of the method of extracting another person's body parts and making use of them it is a temporary measure. This is not a complete cure for the illness. This is something which its pioneers themselves have accepted. Also how can this be called a cure when it is mentioned in hadith:

"Indeed Allāh has not placed your cure in that which He has forbidden upon you."

[Sahīh al-Bukhārī]

It should also be remembered that Islām does not grant permission for severing the limbs of a deceased Muslim and making use of them. This is because that which harms a living person then a deceased person is also harmed by it. The one who cut the limbs of a deceased Muslim then it is as though he cut the limbs of a living Muslim. Just as is mentioned in hadith:

On the authority of Sayyidah 'A`ishah that the Messenger of Allāh (may the peace and blessings of Allāh be upon him said:

"The breaking of the bones of the deceased is like the breaking of his bones whilst he is alive."

[Sunan Abū Dāwūd hadith 3207]

Analogy, upon the legal case of the Hanafī school that if a living child is in the womb of his deceased mother then the Ahnāf give fatwā upon the cutting of the mother's stomach for the extraction of the child, is false. This is because here on one side is definite benefit because by doing this the child's life will be saved definitely or according to preponderant opinion. Whereas in transplanting organs saving the life of the other is not definite because the whole science of medicine is indefinite. Secondly in the legal case mentioned no limb is being cut off to benefit from it rather the child is being extracted. Whereas in the case of transplantation the purpose of severing the limb is only to benefit by it. For this reason how can it be allowed to analogise this with that?

The fourth matter is that saying the selling of human organs is allowed is the opening of a door to many evils. Poor people will be prepared to sell their organs to fill their stomachs and the kidnapping of people to extract their organs for the purpose of selling will begin which will be difficult to stop.

When this matter has been established from so many angles that a Muslim's donating or selling his organs is impermissible and harām then to make a legacy concerning it is to make a will for an impermissible act. Thus if a person makes a will for the donation of his organs or his eyes then this legacy which is opposed to the sharī'ah is invalid and it will not be acted upon in any way.

It is stated in Bidāyah:

"A legacy with disobedience is invalid due to its enactment necessarily entailing endorsement of disobedience."

[Al-Hidāyah Volume 4 page 689]

واللہ تعالی اعلم ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ ابوالحسن محمد قاسم ضیاء قادری